جنگ مسئلے کا حل نہیں

تحریر: سہیل احمد لون

یکم جنوری 1993ء عالمی نقشے میں ایک تبدیلی دیکھنے میں آئی جب فیڈرل ریپبلک چیکوسلواکیہ دوممالک جمہوریہ چیک اور سلوواکیہ میں تقسیم ہوگیا۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر جب آسٹریا۔ہنگری سلطنت ٹوٹی تو چیکوسلواکیہ کا قیام عمل میں آیا۔ظاہر ہے جب کوئی ملک دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے تو اس کے پیچھے کئی محرکات اور وجوہات ہوتی ہیں۔تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کوئی ملک یا سلطنت تقسیم ہوئی تو اس میں بہت خونریزی جنگیں اور قربانیاں دیکھنے میں آئیں۔عمومی طور پر چار مرلے کے گھر کا بھی بٹوارہ ہو تو کافی لڑائی جھگڑا دیکھنے کو ملتا ہے۔ چیکو۔سلواکیہ کے سیاسی رہنماؤں Vaclav Klaus اور Vladimir Meciar نے بند کمرے میں بیٹھ کر ایسا فیصلہ کیا جس پر عمل درآمد ہونے پر اسے تاریخ میں "مخملی طلاق" (Velvet divorce) کا دیا گیا۔دونوں ممالک نے اپنی آبادی 2:1 کے تناسب سے تمام چیزیں بغیر کسی جھگڑے کے آپس میں تقسیم کرلیں جس میں فوجی آلات، ایمبیسی کی عمارتیں، ٹرین اور ہوائی جہازوں کا انفاسٹرکچر، بگلیاں، سڑکیں، اور دیگر املاک شامل تھیں۔اس تقسیم کو بعض حلقوں میں غیر جمہوری عمل بھی قرار دیا گیا کیونکہ اس میں عوامی رائے کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔سب سے اہم مسئلہ کرنسی کا تھا، ابتداء میں دونوں ممالک نے پرانی کرنسی ہی استعمال کی مگر جلد ہی دونوں ممالک نے اپنی اپنی کرنسی کا اجراء بھی کردیا۔اسی طرح شہریت، بین الاقوامی قوانین، سمیت کئی معاملات بڑی افہام تفہیم کے ساتھ نمٹائے۔آج بھی یورپ میں جمہوریہ چیک اور سلوواکیہ کا آپس میں تعلق سب سے زیادہ مضبوط اور مثالی ہے۔زمینی سرحدیں بننے کا باوجود دلوں میں نفرت کی دیواریں کھڑی نا ہوئیں۔تاریخ میں جہاں دوممالک کا بغیر کسی خون خرابے کے علیحدہ ہونا ایک مثال ہے وہاں دوممالک کا سیاسی کاوشوں سے یکجا ہونا بھی تاریخ کا حصہ ہے جب 1990ء جرمن چانسلر Helmut Kohl نے دیوار برلن گرا کر مشرقی اور مغربی جرمنی کو دوبارہ اکٹھا کردیا۔1957ء اٹلی کے شہر روم میں European Economic Community (EEC) کا قیام عمل میں جس میں شمولیت کے لیے برطانیہ نے 1963 اور 1967 میں دومرتبہ کوشش کی مگر انکی عرضی کو فرانس کے صدر Charles de Gaulle ویٹو کردیا۔فرانس کے صدر Gaulle کے مستعفی ہونے کے بعد برطانیہ نے 1973ء میں یورپی یونین میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرلی۔1974ء میں برطانوی انتخابات میں جب لیبر پارٹی برسراقتدار آئی تو ان کے خیال میں برطانیہ کا یورپی یونین میں شمولیت جن شرائط پر کی گئی ہے وہ برطانیہ کے لیے زیادہ سودمند نہیں، لہذا یورپی یونین میں نئی شرائط کے ساتھ رہنے کے لیے 1975ء میں برطانوی تاریخ کا پہلا قومی ریفرنڈم کروایا گیا۔5 جون 1975ء میں ہونے والے قومی ریفرنڈم میں لوگوں کی اکثریت 67.2% نے یورپی یونین میں رہنے کا فیصلہ دیا۔1983ء میں لیبر پارٹی نے انتخابی مہم کے دوران منشور میں برطانیہ کو بغیر ریفرنڈم کے یورپی یونین سے نکلنے کی بات بھی شامل کی مگر لیبر پارٹی کو مارگریٹ تھیچر کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا جس کی وجہ سے ان کو بھی اپنی پالیسی تبدیل کرنا پڑی۔مارگریٹ تھیچر کے دور حکومت میں یورپی یونین ایکٹ میں کچھ ترامیم کی گئیں۔برطانیہ کا یورپی یونین میں شامل رہنا یا یورپی یونین سے نکلنا سیاست کا

حصہ بن گیا۔ جنوری 2013ء میں برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون نے دیگر سیاسی جماعتوں کے دباؤ میں برطانیہ کے یورپی یونین میں رہنے یا نکلنے پر ریفرنڈم کروانے کا عدہ کیا۔ 2016ء میں جب قومی ریفرنڈم ہوا تو حیران کن طور پر %51.89 لوگوں نے یورپی یونین چھوڑنے کے حق میں فیصلہ دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بریگزٹ برطانیہ کے دو وزرائے اعظم ڈیوڈ کیمرون اور تھریسا مئے کو نگل گیا تو غلط نہیں ہوگا۔ ریفرنڈم کے بعد لندن میں یورپی یونین میں رہنے کی حمایت میں کافی عوامی مظاہرے کیے گئے اور یہ بات بتانے کی کوشش کی گئی کہ ریفرنڈم سے پہلے لوگوں کو یہ واضح نہیں کیا گیا تھا کہ یورپی یونین سے نکلنے کے بعد ان کی معیشت پر کیا اثر پڑے گا؟ بعدازاں یہ بھی بحث چلتی رہی کہ بریگزٹ ہارڈ ہوگا یا سافٹ؟ بالآخر برطانیہ یورپی یونین سے بغیر دنگا فساد کے 31 جنوری 2020ء کو علیحدہ ہوگیا اور 31 دسمبر 2020 تک Transition Period میں رہے گا۔ مادرِ جمہوریت برطانیہ نے کامیاب ریفرنڈم کی ایک اور مثال 18 ستمبر 2014ء میں اس وقت قائم کی گئی جب ملک میں سکاٹ لینڈ کو آزاد و خودمختار ملک بنانے پر سکاٹش ریفرنڈم کروایا گیا۔ برطانیہ نے یہ ثابت کردیا کہ آزاد ملک حاصل کرنے کے لیے بلٹ کی بجائے بیلٹ کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سکاٹش ریفرنڈم کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں نوجوان نسل کو بھی ووٹ دینے کا حق دیا گیا تھا یعنی ووٹ دینے کی کم از کم عمر کی حد اٹھارہ برس سے کم کرکے سولہ برس کردی گئی تھی جس کی وجہ سے ٹرن اوور 84.6 فیصد رہا، 55.3 فیصد لوگوں نے سکاٹ لینڈ کو علیحدہ ملک بنانے کی مخالفت میں ووٹ دیئے۔ یہ الگ بات ہے کہ میڈیا کو بڑے موئثر طریقے سے استعمال کرکے لوگوں کا ذہن بدلا گیا، خصوصاً بی بی سی کا کردار بہت جانبدار نہ تھا۔ لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ سکاٹ لینڈ آزاد ہونے سے برطانیہ کمزور ہوگا اور یورپی یونین کو فائدہ ہوگا۔ آزاد سکاٹ لینڈ کا مطلب ایٹمی طاقت ہونے سے ہاتھ دھونا، پھر یہ مصیبت ہوتی کہ بجٹ دفاع پر خرچ کریں یا تعلیم پر؟ کمزور دفاع کی صورت میں نیٹو فورس جوائن کرنا بھی مجبوری ہوتی، نئی کرنسی یا یورو یہ بھی ایک بہت بڑا چیلنج تھا، سابقہ برطانوی وزیراعظم نے آخری موقع پر اپنی سیاسی بصیرت سے بھی سکاٹش لوگوں کی ذہن سازی کی۔ سکاٹش ریفرنڈم سے برطانوی پارلیمنٹ میں `Devolution Maximum` کی بات ہونے لگی۔ یورپی یونین سے نکلنے کی بات ہو یا آزاد سکاٹ لینڈ کی دونوں صورتوں میں جمہوری طریقہ اپنایا گیا اور نتائج کو قبول بھی کیا گیا اور اس پر دیانتداری سے عمل درآمد بھی کروایا گیا۔ اگست 1947ء میں پاکستان کو آزادی ملی تو فضاء بارود کے دھوئیں سے سیاہ تھی اور زمین خون سے لت پت۔ پاکستان کا قیام بھی بے پناہ قربانیوں کا ثمر ہے، پاکستان بھارت میں زمینی سرحدوں کے ساتھ ساتھ دونوں طرف کی عوام کے دلوں میں بھی نفرت کی دیوار کھڑی ہوگئی۔ آپس میں جنگیں بھی ہوئیں اور ابھی تک جنگی جنون ختم یا کم نہیں ہوا، دوسری طرف اگر یورپ میں دیکھیں تو دوسری عالمی جنگ کے بعد انہوں نے یہ سبق سیکھا ہے کہ آپس میں لڑنے کی بجائے اتحاد سے رہا جائے تو بہتر ہے کل کے بدترین دشمن آج دوست بن کر رہ رہے ہیں۔ مگر ہمارے دونوں ممالک اپنا کثیر بجٹ دفاع پر خرچ کرتے ہیں، دونوں کے درمیان لڑائی کی بڑی وجہ کشمیر ہے۔ کشمیر دنیا کا وہ واحد بدقسمت خطہ ہے جسے 16 مارچ 1846ء میں معاہدہ امرتسر میں گلاب سنگھ ڈوگر کو تاجدار برطانیہ نے زمین بمع انسانوں کے 75 لاکھ نانک شاہی کے عوض بیچ ڈالا تھا۔ اس کے بعد کشمیری آزادی کی جنگ لڑنے میں مصروف ہیں۔ تقریباً ستر فیصد علاقہ پر بھارت کا اور تیس فیصد علاقے پر پاکستان کا قبضہ ہے۔ کشمیر کے مسئلہ کی وجہ سے دونوں ممالک میں حالات سازگار نہیں رہتے، گزشتہ برس بھارت نے

کشمیریوں کولاک ڈاؤن والی حالت میں رکھ کرنسل کشی کرنا شروع کردی ایک برس مکمل ہونے کے باوجود کشمیریوں پرظلم وستم بند نہ ہوا۔ پاکستان نے نقشے میں کشمیرکوشامل کرلیااور سعودی عرب کواوآئی سی میں کشمیر کے مسئلے پرلب کشائی کابھی کہا گیا۔اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں سب سے پرانا کیس جواب تک حل نہیں ہوسکا وہ کشمیر ہے۔ کیایہ ممکن نہیں کہ عالمی برادری مسئلہ کشمیرکوبھی بغیرکسی مزید خونریزی کے حل کروائے؟اگر دیوار برلن گرسکتی ہے،چیکوسلواکیہ بغیرکسی جنگ ،نعرے یا باقاعدہ تحریک چلانے کے علیحدہ ہوسکتے ہیں، برطانیہ عوامی رائے عامہ سے یورپی یونین سے نکل سکتا ہےاور سکاٹ لینڈکوآزادملک بنانے کے لیےعوامی رائے کے لیے ریفرنڈم کروایا جاسکتا ہےتو کشمیریوں کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاسکتا کہ وہ یہ خود طے کریں کہ انہوں نے کس کے ساتھ رہنا ہے یاکسی کے ساتھ رہنے کی بجائے آزاداورخودمختار کشمیرمیں رہنا چاہتے ہیں؟ ہمارے کچھ جذباتی لوگ کشمیر بذریعہ شمشیر لینے کی بات بھی کرتے ہیں جس کا مطلب جنگ ہےاور جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ وہ تو خورایک مسئلہ، جنگ کوئی بھی ہوبالآخراس کا اختتام مذاکرات کی میز پر ہی ہوتا ہےتو کیوں نا سنجیدگی سے یہ معاملہ مذاکرات سے حل کیا جائے۔ دوایٹمی ممالک میں جنگ جوآج تک دنیامیں کبھی ہوئی نہیں اگرکشمیرلینے کے لیے چھڑگئی تو کشمیر ملے نا ملے البتہ یہ خطہ صفحۂ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔اس لیے روایتی جنگ جوآخری آپشن ہوتی ہے کی طرف جانے کی بجائے کوشش کی جائے کہ سفارتی محاذ پر جنگ جیتی جائے۔ ساحرلدھیانوی نے ٹھیک ہی کہا تھا......

جنگ توخودہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیامسئلوں کاحل دے گی؟
آگ اورخون آج بخشے گی
بھوک اوراحتیاج کل دے گی

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔ سرے
sohailloun@gmail.com
16-08-2020